www.KitaboSunnat.com

PDF Split DEMO : Purchase from www.A-PDF.com to remove the watermark

سَآوِیْ اِلٰی جَبَلٍ یَّعْصِمُنِیْ مِنَ الْمَآءِ (۴۳/۱۱) — میں ابھی پہاڑ سے جا لگوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا

اور افعال کے باب میں ایواء کا معنی کسی کو اپنے ہاں جگہ دینا، ٹھہرانا سے مخصوص ہو جاتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ۔ (۷۲/۸) — جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور خدا کی راہ میں اپنے مال اور جان سے لڑے اور جنہوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور مدد کی وہ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔

ماحصل: ۱۔ اَسْکَنَ: کسی دوسرے مقام پر آباد کرنے کیلیے بڑھانے کے لیے۔
۲۔ بَوَّاَ: مناسب ماحول میں آباد کرنے کے لیے
۳۔ عَمَّرَ: زمین آباد کرنے، مکان تعمیر اور آباد کرنے اور رونق
۴۔ آوٰی: کسی کو اپنے ہاں بطور پناہ رہائش دینے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ آخرت

کے لیے آخرۃ، دارالاخرۃ، یوم الاخر، دارالقرار اور الیوم البعث کے الفاظ آئے ہیں۔ جو آخرت کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں نیز یوم التغابن، یوم التناد، یوم الدین، یوم الفصل، یوم الجمع۔ یوم النشور کے لیے دیکھیے زیرِ عنوان "قیامت"

۱۔ آخرۃ کا معنی دارالبقاء ہے (م،م۔منجد) یعنی مرنے کے بعد انسانوں کو دوسرے جہان میں جو دائمی زندگی حاصل ہوگی اور اس زندگی میں روح اور جسم دونوں کا کلی طور پر اتصال ہوگا اور نیک اور بدکار لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کے بدلہ میں جنت یا دوزخ میں داخل کیا جائے گا۔ ارشادِ باری ہے:

وَبِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ (۴/۲) — اور (ایماندار لوگ) آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

یہاں آخرت سے مراد اسی قسم کی زندگی ہے۔ اسی لحاظ سے آخرت کی ضد عاجلۃ، دنیا، ادنیٰ اُولیٰ سب قرآن میں مستعمل ہیں۔

۲۔ دارالاخرت۔ دار کا معنی رہائش گاہ ہے اور دار (جمع دیار، دُور) کا اطلاق بہت وسیع مفہوم پر ہوتا ہے۔ دار بمعنی گھر، حویلی، علاقہ، وطن، ملک، حتیٰ کہ یہ پوری دُنیا بھی انسانوں کی رہائش گاہ ہونے کے لحاظ سے دارالدنیا ہے اور اس کی ضد دارالاخرت ہے۔ البتہ اس اخروی زندگی میں ہر شخص کو اس کے اعمال کے مطابق دار عطا کیا جائے گا۔ قرآن میں ہے وَلَنِعْمَ دَارُالْمُتَّقِیْنَ (۳۰/۱۶) پرہیزگاروں کے لیے دار (جنت) کیسا اچھا ٹھکانہ ہے اور کافروں کے لیے یہی ٹھکانہ سُوْٓءُ الدَّار (۲۵/۱۳) اور دَارُالْبَوَار (۲۸/۱۴) ثابت ہوگا اور دونوں سے مراد دوزخ ہے۔

۳۔ دارالقرار: قرار بمعنی کسی جگہ جم کر رہنا ہے۔ چونکہ یہ زندگی ابدی اور دائمی ہوگی اس لحاظ سے اسے دارالقرار کہا گیا۔ تاہم دارالقرار کا لفظ اچھے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور دارالقرار سے مراد نیک لوگوں کا ٹھکانا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس کی ضد عدم ہے۔ ابن فارس کے الفاظ میں ایسی شے کا پیدا ہونا جو پہلے نہ تھی (م ل) اور حدیث سے مراد ہر وُہ نئی بات یا نظریہ ہے جس کا تعلق عام لوگوں سے ہو اور پہلے اکثر لوگ اس سے ناآشنا ہوں۔ ارشادِ باری ہے:

لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ (۶۵/۱) — تجھے کیا معلوم شاید اللہ پیدا کر دے اس طلاق کے بعد نئی صورت (عثمانی)

نیز فرمایا:

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ (۳۹/۲۳) — خدا نے نہایت ہی اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں۔

یہاں حدیث سے مراد قرآن کریم ہے اور ظاہر ہے کہ اس دور کے لوگوں کے نظریات اور خیالات کے مطابق یہ ایک نئی چیز تھی۔ پھر حدیث کے لفظ کا اطلاق جس طرح نئی چیز کے لیے ہوتا ہے، اسی طرح کسی ایسی پرانی بات یا واقعہ کے لیے بھی ہوتا ہے جو عام طور پر لوگوں کے ذہن سے اتر چکی ہو۔ ایسی صورت میں اس کا مفہوم بھولی بسری بات یا کہانی ہو گا۔ ارشاد باری ہے:

كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ فَاَتْبَعْنَا بَعْضَهُمْ بَعْضًا وَّجَعَلْنٰهُمْ اَحَادِیْثَ۔ (۲۳/۴۴) — جب کبھی کسی امت کے پاس اس کا رسول آتا تو اسے جھٹلا دیتے۔ تو ہم بھی بعض کو بعض کے پیچھے (ہلاک کرتے اور اُن پر عذاب) لاتے رہے اور ان کے افسانے بناتے رہے۔

۳۔ كلمة: کلمہ۔ کا لغوی معنی "بامعنی بات" ہے۔ جس کا ادراک قوتِ سامعہ سے ہو سکے اور اس کا مفہوم سمجھ میں آ سکے۔ ابن فارس کے اپنے الفاظ میں نطق یُفْهِم (م۔ل) ہے۔ قرآن میں ہے:

اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا۔ (۲۳/۱۰۰) — وُہ تو ایک بات ہو گی جو کہنے والا کہہ دے گا۔

لیکن جب لفظ كلمة کی نسبت ذات باری تعالیٰ کی طرف ہو تو اس کے معنی عجائباتِ قدرت، قوانینِ فطرت اور اللہ تعالیٰ کے تخلیقی کارنامے مراد ہوتے ہیں (تفہیم القرآن) ارشادِ باری ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (۱۸/۱۰۹) — کہہ دو اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے لیے) سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے۔ اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لائیں۔

اور جب کلمہ کی نسبت خدا تعالیٰ سے انسان کی طرف ہو تو اس سے مراد احکام و فرامینِ الٰہی ہوتے ہیں:

اَفَمَنْ حَقَّ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ ؕ اَفَاَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِی النَّارِ (۳۹/۱۹) — بھلا جس شخص پر خدا کا حکم صادر ہو چکا تو کیا تم (ایسے) دوزخی کو مخلصی دے سکو گے؟

ماحصل: (۱) قول، کوئی بات بے معنی ہو یا بامعنی۔ خواہ دل میں ہو یا کوئی نظریاتی ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن نے یہاں بحر کی بجائے عین کا لفظ استعمال کیا ہے جو عین کے لغوی مفہوم کے مطابق ہے۔

۴۔ انھار: نھر کی جمع ہے۔ یعنی پانی کے بہاؤ کے لیے وہ بڑا نالہ جس میں ادھر ادھر سے کئی نالے آکر شامل ہوجاتے ہیں۔ نھر کا اطلاق عام طور پر اس بڑے نالے پر ہوتا ہے جس کے بہاؤ کا راستہ انسان اپنی ضرورت کے مطابق اپنی کوششوں سے بناتے ہیں۔ نہریں یا تو پہاڑوں کے درمیان پانی کے کسی بہت بڑے ذخیرہ چشمہ یا جھیل سے نکالی جاتی ہیں یا دریاؤں سے۔ ارشادِ باری ہے:

عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ يُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِيْرًا (۷۶/۶)	یہ ایک چشمہ ہوگا جس سے خدا کے بندے پئیں گے اور اس میں سے چھوٹی چھوٹی نہریں نکال کر اپنے پاس لے جائیں گے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ (۲/۲۵)	باغات جن میں نہریں جاری ہیں۔

۴۔ سَرِيٌّ: سری میں دو باتوں کا تصور پایا جاتا ہے (۱) رات کو چلنا (۲) چھوٹا ہونا۔ سریۃ بمعنی چھوٹا سا لشکر بھی اور چھوٹی کشتی بھی۔ اور اس کی جمع سرایا ہے۔ اور ساریہ بمعنی رات کو روانہ ہونے والا چھوٹا سا لشکر۔ اور سَرِيٌّ بمعنی چھوٹی سی نہر جو جاری ہو (منجد۔ ف ل ۳۶) ارشادِ باری ہے:

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا (۱۹/۲۴)	تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے۔

۵۔ یَمّ: کا معنی اکثر اہل لغت پانی کا بہت بڑا ذخیرہ۔ دریا، سمندر لکھتے ہیں۔ (مف منجد) لیکن ہمارے خیال میں یَمّ کا اطلاق پانی کے اس ذخیرہ پر ہوتا ہے جو نشیبی علاقہ کی طرف بہہ رہا ہو۔ یعنی دریا قرآن میں ہے:

اَنِ اقْذِفِيْهِ فِي التَّابُوْتِ فَاقْذِفِيْهِ فِي الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّيْ وَعَدُوٌّ لَّهٗ (۲۰/۳۹)	(ہم نے موسیٰؑ کی ماں کی طرف وحی کی کہ) موسیٰؑ کو صندوق میں رکھو۔ پھر اس صندوق کو دریا میں ڈال دو تو دریا اس کو کنارے پر ڈال دے گا۔ پھر میرا اور تمہارا دشمن (فرعون) اسے اٹھا لے گا۔

اور دوسرے مقام پر ہے کہ:

وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ (۲۸/۱۱)	اور موسیٰؑ کی ماں نے موسیٰؑ کی بہن سے کہا کہ اس (صندوق) کے پیچھے پیچھے چلی جا۔ تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی اور ان لوگوں کو کچھ خبر نہ تھی۔

ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ یَمّ پانی کا وہ ذخیرہ ہے جو ندی، نالوں اور نہروں کی طرح نشیبی علاقہ کی طرف بہہ رہا ہو۔ اور اس کے لیے ہمارے ہاں دریا کا لفظ مخصوص ہے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲ — ٹوٹنا

کے لیے تَبَّ، اِنْفَصَمَ، اِنْقَضَّ، تَقَطَّعَ کے الفاظ آئے ہیں۔

۱- تَبَّ: کے لغوی معنی مسلسل نقصان وخسارہ کی وجہ سے ہلاکت کو پہنچنا ہیں (مف) اور قرآن میں تباب کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اور تَبَّ دعائیہ کلمہ بھی ہے۔ کہتے ہیں تَبًّا لَکَ بمعنی خدا تجھے غارت کرے یا ہلاک کرے۔ اسی طرح تَبَّتْ یَدَاہُ بمعنی اس کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں (منجد) ارشادِ باری ہے:

تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ (۱۱۱/۱)	ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹیں اور وہ تباہ ہو۔

۲- اِنْفَصَمَ: کسی چیز کا اس طرح ٹوٹنا کہ دونوں حصے الگ نہ ہوں بلکہ جڑے رہیں (منجد) لکیر آ جانا۔ بال آنا۔ ارشادِ باری ہے:

فَمَنْ یَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَیُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى لَا انْفِصَامَ لَهَا (۲/۲۵۶)	تو جو شخص بتوں سے اعتقاد نہ رکھے اور یقین لاوے اللہ پر اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط۔ جو ٹوٹنے والا نہیں۔ (عثمانیؒ)

۳- اِنْقَضَّ: نَقَضَ بمعنی توڑنا اور اِنْقَضَّ بمعنی عمارت یا دیوار وغیرہ کا تڑخ جانا۔ اور اَلنَّقْضُ بمعنی عمارت وغیرہ کا ٹوٹا ہوا حصہ (منجد) دیوار وغیرہ کا تڑخ کر اس میں دراڑ پڑنا اور شکستہ ہو کر ایک طرف کو جھک جانا۔ ارشادِ باری ہے:

فَوَجَدَا فِیْهَا جِدَارًا یُّرِیْدُ اَنْ یَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ (۱۸/۷۷)	پھر انہوں نے ایک دیوار دیکھی جو (جھک کر) گرا چاہتی تھی۔ تو اس (خضر) نے اسکو سیدھا بنا دیا۔

۴- تَقَطَّعَ: کسی چیز کا ٹوٹ کر یا کٹ کر علیحدہ ہو جانا۔ ظاہری اور معنوی دونوں طرح سے استعمال ہوتا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ۔ (۲/۱۶۶)	وہ عذاب (الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

ماحصل: (۱) تَبَّ: دعائیہ کلمہ۔ برے مفہوم میں بمعنی کسی کی تباہی و بربادی کے لیے بددعا۔

(۲) اِنْفِصَام: اس طرح ٹوٹنا کہ دونوں حصے الگ نہ ہوں۔

(۳) تقطّع: اس طرح ٹوٹنا کہ اس کے حصے الگ ہو جائیں۔

(۴) انقض: عمارت یا دیوار وغیرہ کا تڑخنا۔

ٹھٹھا کرنا — دیکھیے "مذاق اڑانا"

۲ — ٹھنڈا ہونا — کرنا

کے لیے بَرَدَ اور قَرَّ کے الفاظ آئے ہیں۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اَلْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (۲/۲۴) دلکش معلوم ہوتی ہے۔

ماحصل: (۱) رَضِیَ، محض پسندیدگی کا اظہار ہے۔
(۲) سَرَّ: دل ہی دل میں خوش ہونا۔
(۳) بَہَجَ: سرور۔ خوشی اور خوبصورتی سب کو شامل ہے۔ نباتات اور پھولوں کے لیے۔
(۴) حَبَرَ: ماحول کی نظافت۔ عمدگی اور بہار سے دل کا مسرور ہونا۔
(۵) استبشر: کسی اچھی خبر یا اچھی چیز ملنے پر باچھیں کھل جانا۔
(۶) طَابَ: ایسی خوشی جس سے حواس بھی لطف اندوز ہوں۔
(۷) فرح: خوش ہو کر اترانے لگنا۔ خوشیاں منانا۔
(۸) فکہہ: خوش گپیاں کرنا اور خوش ذوق ہونا۔
(۹) شمت: کسی تکلیف پر دشمن کا خوش ہونا۔
(۱۰) اعجب: دل ہی دل میں اس طرح خوش ہونا کہ حیرت بھی ہو اور اس کا سبب بھی معلوم نہ ہو۔ خوشی اور تعجب کا مجموعہ۔

۱۸ ــــ خوش حالی

کے لیے سَرَّاء نَعْمَاء اور طُوبیٰ کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔

۱۔ سَرَّاء کی ضد ضَرَّاء ہے۔ جسکے معنی ہیں تنگ دستی اور مصائب کا دور اور سَرَّآءِ کے معنی ہیں وہ وقت جو آرام و سکون سے گزر رہا ہو اور معیشت کی تنگی بھی نہ ہو یعنی آسودگی اور امن و عافیت کا دور جس میں سرور حاصل ہو (فق ل ۱۶۳) ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ (۳/۱۳۴) وہ لوگ جو آسودگی اور تنگی میں اپنا مال (خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں۔

۲۔ نَعْمَاء: نِعْمَت بمعنی اچھی حالت احسان۔ اور نعمت بمعنی آرام و آسائش (مف) اور نِعْمَت بمعنی فائدہ فضل۔ انعام اور نَعْمَت بمعنی بہتری۔ آسودگی۔ دولت۔ مویشی اور نُعْمَۃ بمعنی خوشی (منجد) اور نعماء خوشحالی کا ایسا دور ہے جس میں انعاماتِ الٰہی کی فراوانی ہو۔ اور وہ نعمتیں دوسروں کو بھی نظر آئیں (فق ل ۱۶۲) اس کی ضد بھی ضَرَّاء ہے۔ ارشادِ باری ہے:

وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّیِّاٰتُ عَنِّیْ (۱۱/۱۰) اور اگر ہم اسے تکلیف پہنچنے کے بعد آسائش کا مزہ چکھائیں تو (خوش ہو کر) کہتا ہے کہ (آہا) سب سختیاں مجھ سے دور ہو گئیں۔

۳۔ طُوبیٰ: طَابَ بمعنی ایسی خوشی حاصل ہونا جس سے دل کے علاوہ انسان کے حواس بھی لطف اندوز ہوں (مف) اور طَیِّب بمعنی پاکیزہ اور طِیب بمعنی خوشبو (منجد) اور طُوبیٰ بمعنی ایسی خوشحالی ہے جس میں دل بھی مطمئن اور مسرور ہو۔ ارشادِ باری ہے:

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ (۱۳/۲۹) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے ان کے لیے خوشحالی اور عمدہ ٹھکانا ہے۔

ماحصل: (۱) سَرَّآء: امن و عافیت اور عام گزارہ۔
(۲) نَعْمَاء: نعمتوں کی فراوانی اور آرام و آسائش۔
(۳) طُوبیٰ: جب خوشحالی کے ساتھ ساتھ دل بھی مطمئن ہو۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

س

۱۔ ساتھ

کے لیے مَعَ اور بِ (مکسور) استعمال ہوتے ہیں۔
ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ مَعَ مصاحبت کے لیے آتا ہے۔ جیسے اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا (۱۲/۱۲) (کل اسے ہمارے ساتھ بھیج دیجئے جبکہ باقی صورتوں میں بِ آتا ہے، جیسے اَسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (۲/۴۵) (صبر اور نماز کے ساتھ (اللہ سے) مدد مانگو یا جیسے فَاضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ۔ (۲/۶۰) (اپنی لاٹھی سے (کے ساتھ) پتھر کو مارو یعنی اپنی لاٹھی پتھر پر مارو۔

۲۔ ساتھی

کے لیے صَاحِب، عَشِيْر، قَرِيْن اور اَزْوَاج کے الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔
۱۔ صَاحِب: بمعنی عرصہ دراز تک ساتھ رہنے والا، خواہ یہ مصاحبت کسی انسان سے ہو یا حیوان سے اور خواہ یہ مصاحبت زمانی ہو یا مکانی (مف) اور ابن الفارس کے نزدیک صَحِبَ میں دو باتیں پائی جاتی ہیں (۱) مقارنۃ اور (۲) مقاربۃ یعنی قرین بھی ہو اور قریب یا ساتھ بھی رہتا ہو (م۔ل) (ج اَصْحَاب اور مؤنث صَاحِبَۃ) اور صاحب فروق اللغویہ کے نزدیک اس لفظ کا استعمال آدمیوں سے مخصوص ہے (فق ل ۲۲۵) ارشادِ باری ہے:

اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (۹/۴۰) جب وہ دونوں (رسول اکرمؐ اور ابو بکرؓ) غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی (ابو بکرؓ) سے کہہ رہے تھے، غم نہ کیجئے، ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے۔

۲۔ عَشِيْرَة: انسان کے باپ کی طرف سے مشتمل رشتہ داروں کی جماعت کو کہتے ہیں۔ خاندان کے آدمی۔ اور عَاشَرَ بمعنی یوں اکٹھے مل جل کر گزر اوقات کرنا جیسے ایک خاندان کے لوگ رہتے ہیں۔ اور عَشِيْر ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو مل جل کر رہے خواہ وہ رشتہ دار ہو یا اجنبی (مف) ارشادِ باری ہے:

يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ وہ ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کا نقصان فائدہ سے زیادہ قریب ہے۔ ایسا دوست بھی برا اور ایسا

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ارشادِ باری ہے:

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَ الْاَوَّلِيْنَ (۳۸/۷۷) — یہی فیصلہ کا دن ہے۔ ہم نے تمہیں اور پہلوں سب کو اکٹھا کر لیا ہے۔

۳۔ حَكَمَ: بمعنی منع عن الظلم (م۔ل) ایسا فیصلہ جس میں ظلم وزیادتی کو روکا جائے ——— اور بمعنی منع عن الخصومۃ (فق ل ۱۵۶) یعنی لڑائی جھگڑے سے روکنے کا حکم۔ قرآن میں ہے:

وَدَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِى الْحَرْثِ (۲۱/۷۸) — اور داؤد اور سلیمان (کا حال بھی سن لو) جب وہ ایک کھیتی کا مقدمہ فیصل کرنے لگے۔

۴۔ قَضٰى يَقْضِىْ قَضْيًا وَقَضَاءً وَقَضِيَّةً بمعنی (۱) کسی کام سے فارغ ہونا۔ پورا کر چکنا ——— اور (۲) فریقین کے درمیان جھگڑا کا آخری فیصلہ کرنا (DECISION) اور فیصلہ کے سلسلہ میں قضٰی کا استعمال اس وقت ہوگا جبکہ اس فیصلہ کے نفاذ کی قوت بھی موجود ہو۔ قاضی مشہور لفظ ہے۔ ارشادِ باری ہے:

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ (۴/۶۵) — تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو تم فیصلہ کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں مومن نہیں ہوں گے۔

۵۔ حَتَمَ: بمعنی فیصلہ کرنا۔ مضبوط کرنا۔ کسی چیز کا حکم لگانا۔ واجب کرنا اور حاتم بمعنی حاکم۔ کہتے ہیں حَتَمَ الْحَاتِمُ كَذَا حاکم نے اس چیز کا فیصلہ دیا۔ اور هٰذَا وَلَدٌ حَتْمٌ بمعنی یہ لڑکا ہے جس کے نسب میں کوئی شک نہیں (منجد) اور حتم بمعنی قضا۔ وقدر (مف) گویا حتم اس فیصلہ کو کہتے ہیں جو آخری اور اٹل ہو (فق ل ۱۸۷) قرآن میں ہے:

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا (۱۹/۷۱) — اور تم میں سے کوئی نہیں مگر اسے جہنم پر سے گزرنا ہوگا۔ یہ تمہارے پروردگار پر لازم اور مقرر ہے۔

ماحصل: (۱) فتح: اغلاق دُور کر کے واضح طور پر ایک بات کا فیصلہ دینا۔ تمیز کر دینا۔

(۲) فصل: تمیز اور جدائی۔

(۳) حکم: ایسا فیصلہ جس سے کسی کو زیادتی سے روک دیا جائے اور اس کا مداوا کیا جائے۔

(۴) قضٰی: اس شخص کا آخری فیصلہ دینا جس کے پاس قوتِ نافذہ بھی موجود ہو۔

(۵) حتم: قطعی اور اٹل فیصلہ۔ مشیّتِ الٰہی کا فیصلہ۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وَلَمَّا فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ (۱۲/۶۵) — اور جب انہوں نے اپنا اسباب کھولا تو دیکھا کہ ان کی پونجی انھیں واپس موڑ دی گئی ہے۔

اور ارتَدَّ بمعنی کسی چیز کے ناقابلِ قبول ہونے کی وجہ سے خود پیچھے ہٹ جانا یا واپس لوٹ جانا۔ ارشادِ باری ہے:

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى (۴۷/۲۵) — وہ لوگ جو راہِ ہدایت ظاہر ہونے کے بعد پیٹھ دے کر پھر گئے۔

پھر رَدَّ اور ارتَدَّ کا استعمال عام ہوا تو محض لوٹانے اور لوٹنے کے معنوں میں بھی آنے لگا جیسے فرمایا:

فَلَمَّا أَن جَاءَ الْبَشِيرُ أَلْقَاهُ عَلَىٰ وَجْهِهِ فَارْتَدَّ بَصِيرًا (۱۲/۹۶) — جب خوشخبری دینے والا آیا تو کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈال دیا تو وہ بینا ہو گئے۔

۱۰۔ اِنْقَلَبَ، قَلَبَ بمعنی رُخ یا حالت کو پلٹنا۔ اوپر کے حصہ کو نیچے کرنا اور اس کے برعکس۔ باہر کے حصہ کو اندر کرنا اور اس کے برعکس۔ اور اِنقَلَبَ بمعنی اپنی حالت یا رُخ میں ایسی تبدیلی کرنا جو پہلی صورت کے برعکس ہو۔ الٹ جانا۔ پلٹنا۔ مڑنا (منجد) ارشادِ باری ہے:

سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ (۹/۹۵) — جب تم ان کے پاس لوٹ کر جاؤ گے تو تمہارے روبرو خدا کی قسمیں کھائیں گے۔

۱۱۔ اَفَاضَ: فَاضَ الْمَاءُ بمعنی پانی کا کسی جگہ سے اچھل کر بہہ نکلنا۔ اور اَفَاضَ الْاِنَاءَ کا معنی برتن کو اتنا لبالب بھر دینا کہ پانی اوپر سے بہنے لگے۔ اسی فیضان الماء سے تشبیہ دے کر ہجوم کے ریلے کے بہاؤ کے ساتھ بہنے پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوتا ہے (مف) ارشادِ باری ہے:

ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ (۲/۱۹۹) — پھر جہاں سے دوسرے لوگ واپس ہوں وہیں سے تم بھی واپس مڑو۔

۱۲۔ هَادَ (هود) بمعنی نرمی کے ساتھ رجوع کرنا۔ اور هَوَّدَ بمعنی آہستگی اور نرمی سے چلنا اور رینگنا (مف) اور هَادَ بمعنی حق کی طرف رجوع کرنا۔ اور هاد فی المنطق بمعنی نرمی اور آہستگی سے بولنا اور هَوَّدَ بمعنی گلے میں آہستہ آہستہ آواز پھرانا۔ گانا۔ آہستہ آہستہ اور ٹھہر ٹھہر کر چلنا (منجد) گویا هَادَ کے معنی نرمی کے ساتھ اور آہستہ آہستہ حق کی طرف رجوع کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَاكْتُبْ لَنَا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدْنَا إِلَيْكَ (۷/۱۵۶) — اور ہمارے لیے اس دُنیا میں بھی بھلائی لکھ لے اور آخرت میں بھی۔ ہم تیری طرف رجوع ہو چکے۔

ماحصل: (۱) رَجَعَ: کسی چیز کا اپنے مبدا کی طرف لوٹنا۔ عام ہے۔ (۳) تَابَ: گناہ کے کاموں سے رجوع کرنا۔

(۴) آنَابَ: بار بار رجوع کرتے رہنا۔

(۲) اَبَ: کسی جاندار کا لوٹنا۔ بلا ارادہ یا بالارادہ۔ (۵) بَاءَ: بُری حالت کی طرف لوٹنا۔

اَوَّبَ: کسی جاندار کا اپنے ارادہ کے ساتھ بکثرت رجوع کرنا (۶) فَاءَ: اچھی حالت کی طرف لوٹنا۔ قریب سے لوٹ آنا۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲- حَسَنَۃٌ (ج حَسَنَات) ہر خوش کن اور پسندیدہ کام جو عقل اور شریعت کے مطابق ہو (ضد سَیِّئَۃٌ ج سیئات) ارشادِ باری ہے:

اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (۱۱/۱۱۴) بیشک نیکیاں گناہوں کو دور کر دیتی ہیں۔

۳- خَیْر (ج خیرات) (ضد شَرّ) کسی نیکی کا اپنے کمال کو پہنچنا۔ ایسے کام جن کا عوام الناس کو فائدہ پہنچے (مف) بڑی نیکیاں۔ نیکی کے بڑے بڑے کام۔ نیز خیر بمعنی وہ کام جو سب کو مرغوب ہو (مف) مثلاً مسافروں کے لیے رستہ میں پانی کا انتظام کر دینا وغیرہ۔ ارشادِ باری ہے:

یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ (۳/۱۱۴) وہ اچھے کاموں کا حکم دیتے، بری باتوں سے روکتے ہیں اور نیکیوں پر لپکتے ہیں۔

۴- بِرّ: بمعنی طبیعت کا ہر نیک کام کی طرف میلان رہنا اور موقع آنے پر اسے سرانجام دینا (ضد اثم) (تفصیل اوپر نیک بخت میں دیکھیے) ارشادِ باری ہے:

تَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (۵/۲) نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور گناہ اور ظلم کی باتوں میں مدد نہ کیا کرو۔

ماحصل

(۱) عرف اور معروف: معاشرے کے اچھے دستور۔ بھلے کام۔

(۲) حَسَنَۃٌ: ہر ایسا کام جو عقل اور شریعت کے مطابق ہو۔

(۳) خَیْر: ہر وہ کام جو سب کو مرغوب ہو۔ یا ایسا کام جس کا فائدہ عوام کو پہنچے۔

(۴) بِرّ: نیکی کی طرف طبیعت کا ہر دم میلان رہنا۔

نیکی کرنا کے لیے اَحْسَنَ اور اَنْعَمَ ــــــ "احسان کرنا" کے تحت دیکھیے!

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۔ ضدّ، ضدّ کا لفظ بذاتِ خود بھی ذوی الاضداد سے ہے۔ اس کا معنی مخالف اور خلاف تو ہے ہی۔ پھر اس کا معنیٰ مثل اور نظیر بھی ہے (م۔م۔منجد) تاہم قرآن میں یہ لفظ صرف معروف معنوں میں ہی استعمال ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

كَلَّا سَيَكْفُرُونَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُونُونَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا (۱۹/۸۲) — ہرگز نہیں۔ وہ (معبودانِ باطل) ان کی پرستش سے انکار کر دیں گے اور ان کے مخالف بن جائیں گے۔

۱۲۔ عَتَبَ (یَعْتِبُ عَتْبًا وعِتَابًا وعُتْبَانًا) بمعنی ملامت کرنا۔ ناراض ہونا اور اَعْتَبَ بمعنی سبب ناراضگی کو دور کرنا اور تَعَاتَبَ بمعنی ایک دوسرے پر عتاب کرنا۔ ایک دوسرے کے ساتھ ناز سے گفتگو کرنا اور اِسْتَعْتَبَ بمعنی رُوٹھے کو منانے کی کوشش کرنا (منجد۔م۔ق) گویا عتاب کا معنی وہ میٹھا میٹھا شکوہ شکایت اور اظہار ناراضگی ہے جس سے اصل مقصد اس سبب کو دور کرنے کے بعد باہمی صلح ہو۔ ارشاد باری ہے:

وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ (۴۱/۲۴) — اور اگر وہ منانا چاہیں تو منائے نہ جائیں گے۔ (عثمانیؒ)

۱۳۔ عَدَل، عَدَل کا لفظ عوض، بدلہ اور برابر کے معنوں میں آتا ہے۔ اور عَدَل کا معروف معنی انصاف کرنا ہے۔ قرآن میں ہے:

وَأُمِرْتُ لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ (۴۲/۱۵) — اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تمہارے درمیان انصاف کروں۔

اور عدل بمعنی بے انصافی کرنا۔ ظلم کرنا بھی ہے (منجد۔م۔م) ارشاد باری ہے:

فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا (۴/۱۳۵) — تو تم خواہش نفس کے پیچھے لگ کر عدل کو نہ چھوڑ دینا (جالندھری) (ان لا تعدلوا تمیلوا عن الحق) (م۔ق)

نیز دیکھیے "انصاف کرنا"۔ ——————

۱۴۔ فرط: فَرَطَ یَفْرُطُ فَرْطًا بمعنی حد سے پیچھے رہنا اور کوتاہی کرنا اور فَرَطَ تَفَرُّطُ فَرْطًا بمعنی حد سے آگے نکل جانا اور زیادتی کرنا۔ اور اَفْرَطَ (یُفْرِطُ اِفْرَاطًا) حد سے آگے بڑھنے کے لیے مخصوص ہے۔ اور فَرَّطَ (تفروطی) کمی اور کوتاہی کے لیے اور افراط و تفریط بمعنی حدِ اعتدال سے کمی بیشی ہے۔ قرآن میں ہے:

أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ (۳۹/۵۶) — کہ (مبادا اس وقت) کوئی شخص کہنے لگے ہائے افسوس اس کوتاہی پر جو میں اللہ کے حق میں کرتا رہا!

اور دوسرے مقام پر ہے:

لَا جَرَمَ أَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَأَنَّهُمْ مُفْرَطُونَ۔ (۱۶/۶۲) — کچھ شک نہیں کہ ان کے لیے (دوزخ کی) آگ تیار ہے اور یہ سب سے آگے بھیجے جائیں گے۔

محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ